رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر:- میر حسن الدین
منیجنگ ایڈیٹر:- سید عابد حسین

شرح چندہ
سالانہ ۔ ۔ ۔ ۔ ے
شش ماہی ۔ ۔ ۔ ۔ ہے

قیمت فی پرچہ (۲/)

رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ ۔ ۔ ۔ ۔ ے
شش ماہی ۔ ۔ ۔ ۔ ہے

قیمت پرانا پرچہ (۴/)

جلد (۹) | ۲۶ر امرداد ۱۳۵۸ف | ۲۸ر شعبان ۱۳۶۸ھ | ۲۶ر جون ۱۹۴۹ء روز یکشنبہ | نمبر (۱۱)

ہندی یا انگریزی

دہلی کا تجربہ

"دکن کرانیکل" کا نامہ نگار دہلی سے اطلاع دیتا ہے کہ دہلی میں ہندی کو عدالتوں میں سرکاری زبان کے طور پر نافذ کرنے کی ایک ناکام کوشش کی گئی۔ دفاتر کے روزمرہ کاروبار میں ہندی کا استعمال کامیاب ثابت نہیں ہوا۔ دہلی کے حکام یہ بات اب شدت کے ساتھ محسوس کر رہے ہیں کہ محض کسی حکم یا آرڈیننس کے ذریعہ کسی مقامی زبان کو انگریزی کی جگہ نہیں دی جا سکتی۔

یہ واقعات متعدد عدالتوں کے حالیہ تجربے سے منظر عام پر آئے جہاں ہندی کو نافذ کیا گیا تھا۔ عدالتی حکام نے اپنے ماتحتین کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ چھ ماہ کے اندر قومی زبان سیکھ لیں مگر عملاً یہ کافی خوش نہیں پایا جاتا۔ بعض لوگوں نے جن سے میں نے گفتگو کی یہ بیان کیا کہ مجھے پیسے میں ایک نئی زبان کا سیکھنا اور اس زبان میں دفتر کا کام انجام دینا تقریباً ناممکن ہے۔ اور خصوصاً عدالتوں میں جہاں بے شمار اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں یہ کام بہت دشوار ہے۔ بعض لوگوں نے پنڈت نہرو کی اس رائے کو دہرایا جو انھوں نے حال میں ظاہر کی تھی کہ زبان کو بتدریج نشوونما پانے کا موقع دینا چاہئے۔ اس خیال کا پنڈت نہرو نے ایک مشیروں میں بھی اعادہ کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ زبان کی فوری تبدیلی کی کوشش بے سود ہے۔

زبان سیکھنے کی دشواریوں سے قطع نظر دوسرے مسائل بھی ہیں جو اتنے ہی پریشان کن ہیں مثلاً ہندی ٹائپ رائٹر کی قلت اور ہندی جاننے والے ٹائپسٹوں کا فقدان وغیرہ۔ دہلی کی عدالتوں نے ہندی کو ترک کر دیا ہے لیکن ملازمین کو یہ ہدایت کی ہے کہ وہ ہندی زبان کے سیکھنے پر دہلی میں چند واقعات رونما ہوئے ہیں جن کا تعلق مجلس دستور ساز کے ارکان سے ہے۔ مجلس دستور ساز کے بعض ارکان نے اپنی موٹروں پر ہندی میں نمبر لگائے تھے پولیس نے ان کا چالان کر دیا۔ اسمبلی کے صدر کی تحریک پر وزارت داخلہ نے دہلی کے چیف کمشنر سے گفت و شنید شروع کی۔ وزیر داخلہ کو چیف کمشنر نے یہ جواب دیا ہے کہ پولیس نے جو کارروائی کی ہے وہ بالکل درست ہے۔ چیف کمشنر نے ان قواعد کا حوالہ دیا جن کی رو سے موٹروں پر انگریزی میں نمبر لگانا ضروری ہے۔ اور پولیس کو یہ اختیار نہیں کہ ان قواعد میں ترمیم کرے۔ اس کی یہ تعبیر کی جا رہی ہے کہ اس قاعدہ کا اطلاق سارے ہندوستان پر ہوتا ہے اور صرف مرکزی پارلیمنٹ ہی اس میں ترمیم کر سکتی ہے۔ اس کا امکان ہے کہ یہ سوال مجلس دستور ساز میں اٹھایا جائے اور کوئی مسودہ قانون پیش کیا جائے۔ یوپی کے ایک نمائندے نے

کہا کہ صوبہ یوپی میں ہندی کے نفاذ سے بڑی پیچیدگی پیدا ہو گئی ہے اور عوام کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ عام رائے یہ ہے کہ یوپی میں سنسکرت کے ایسے ادق الفاظ استعمال کئے جا رہے ہیں کہ ہندی جاننے والے بھی ان کو سمجھ نہیں سکتے۔ لوگ پسند کریں یا نہ کریں یوپی میں ہندی رائج رہے گی۔

ہندو راشٹریا کا نصب العین

آل انڈیا ہندو مہاسبھا کے جنرل سکریٹری مسٹر آسوتوش لہری نے ایک بیان میں کہا:-

یہ خیال پیدا ہوتا دکھائی دیتا ہے کہ ہندو مہاسبھا نے ہندو راشٹریا کا مقصد ترک کر دیا ہے۔ میں غیر مبہم الفاظ میں اعلان کرتا ہوں کہ مہاسبھا کے سیاسی پروگرام کے فیصلے سے ہندو راشٹریہ میں بالکل تبدیلی نہیں آئی ہے مہاسبھا کا یہ مقصد آج بھی اسی طرح قائم ہے جیسے کہ پہلے تھا۔ راشٹریہ سے ہمارا مطلب ہے ایک ایسا جمہوری راج جس میں بلا امتیاز مذہب و ملت تمام ہندوستانیوں کے مفاد جمہوری اصولوں کے مطابق محفوظ ہوں گے۔

مطلوب دیکھئے تو سمجھی کہ مہاسبھا کے ہندو راشٹریہ اور کانگریس کی سیکولر اسٹیٹ میں کیا فرق ہے۔ کوئی فرق نہیں۔ بال برابر بھی۔ الفاظ وہی ہیں جو سیکولر اسٹیٹ کی تعریف کے ہیں اگر فرق ہے تو وہ فرق۔ ۔ ۔ ۔ [illegible]

مملکت

۲۶ / امرداد ۱۳۵۵ ف

شذرات

شکریہ

[illegible] اطلاعات نے ایک کتاب موسومہ "حیدرآباد دربار" (حیدرآباد کا ناچیز) ہمارے ہاں برغرض تبصرہ روانہ کی ہے۔ یہ کتاب [illegible] صفحات پر مشتمل ہے اور آرٹ پیپر پر طبع ہوئی ہے۔ اس میں بارہ [illegible] بھی ہیں۔ اصل کتاب تیس ابواب پر منقسم ہے جو پر از معلومات ہیں۔ [illegible] اضلاع کے سیول اڈمنسٹریٹر صاحبان نے بھی اپنے اپنے ضلع کے حالات [illegible] کیے ہیں۔ کتاب کے آخر میں تیرہ صفحات کا ایک اشاریہ بھی ہے [illegible] نہایت مفید ہے۔ کتاب کی قیمت صرف ایک روپیہ رکھی گئی ہے جو [illegible] بھی معلوم ہوتی ہے۔ اس کتاب سے مسٹر نور راؤ ناظم اطلاعات کی [illegible] قابلیت کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

بے روزگاری

مسلمانوں کی معاشی حالت دن بدن گرتی جا رہی ہے۔ جو مسلمان سرکاری ملازمت میں وہ تخفیف، برطرفی، تنزل، معطلی کے عنوانات کے تحت اپنے روزگار سے محروم ہو گئے۔ جو کاشتکار تھے ان کی زمینات پر غیر سماجی عناصر نے قبضہ کر لیا ہے۔ جو تاجر تھے ان کی دوکانیں لٹ چکی ہیں اور جن کی دوکانیں باقی [illegible] ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں کیونکہ مسلمانوں کی قوت خرید گھٹتی جا رہی ہے۔ [illegible] مصائب کے باوجود مسلمانوں کی عادتیں ابھی نہیں بدلیں۔ آج بھی [illegible] روڈ پر شام گئے پر اور سکندرآباد میں مسلم خواتین خریداری کرتی نظر آتی ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ان کی تعداد بہت کم ہے لیکن انھیں کون سمجھائے [illegible] بند کرو تاکہ بچا ہوا روپیہ خود ان کے آڑے وقتوں میں کام آئے [illegible] خوش نصیب ہیں تو ان کا بچا ہوا روپیہ ان کے ان بھائیوں [illegible] کے پاس کل سب کچھ تھا اور آج کچھ نہیں۔ اگر ہمارے علما، مشائخین، قائدین، مدیران جرائد اور دیگر ذی اثر اصحاب کچھ اور نہ کریں بلا مسلمانوں کو خرید و فروخت بند کرنے، فضول خرچی سے بچنے اور کفایت سے زندگی بسر کرنے کا مشورہ دیں تو یہ بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔ غذا، صحت اور بچوں کی تعلیم پر روپیہ صرف کرنا بجا اور ضروری ہے۔ اس کے علاوہ جو بھی روپیہ صرف ہو وہ اپنے آپ پر اور اپنی قوم پر ظلم ہے۔

مولانا محمد علی مرحوم نے اپنے مشہور اخبار "ہمدرد" کی کسی اشاعت میں مسلمانوں کی کئی تعریفیں شائع کی تھیں جن سے منجملہ ایک یہ بھی تھی "مسلمان وہ ہے جو کسی چیز کو زیادہ دام میں خریدے اور کم دام میں فروخت کرے"۔ یہ تعریف آج دکن کے مسلمانوں پر جس طرح صادق آتی ہے شاید کسی اور سرزمین کے مسلمانوں پر آ سکتی ہے۔ بہ مکان فریجر، موٹر حتی کہ طلائی زیورات ایسے گھٹے ہوئے داموں پر فروخت ہو رہے ہیں کہ ان خبروں کو سن کر سخت تکلیف ہوتی ہے۔ بازار کا یہ رجحان دیکھ کر بھی مسلمانوں میں خرید و فروخت بند کرنے کا خیال پیدا نہیں ہوتا۔ دوسری طرف ایسے گھرانے بھی ہیں وہ تفریحات، ضیافتوں، کنگ وغیرہ پر بے دریغ روپیہ صرف کرتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قہر الٰہی کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

دینیات کا اخراج

ہم ان لوگوں میں نہیں ہیں جو نصاب تعلیم سے دینیات کے اخراج پر احتجاج کر رہے ہیں۔ بلکہ ہم ان مسلمانوں کے عمل کو غلط سمجھتے ہیں جنھوں نے احتجاج کرنا ضروری سمجھا۔ اگر مسلمان اپنی قوم کے نونہالوں کی مذہبی تعلیم کا انتظام خود نہیں کر سکتے تو اس سے یہی نتیجہ نکلے گا کہ مسلمانوں کو اپنا مذہب پیارا نہیں رہا۔ ایک ہندو حکومت سے یہ توقع رکھنا کہ وہ مذہب اسلام کی تعلیم کا انتظام کرے گی ایک بیجا توقع ہے۔ مسئلہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر دینیات کو نصاب تعلیم سے خارج نہیں کیا جاتا تو محکمہ تعلیمات میں ۲/۱ ۱۲ فی صد کا تناسب قائم کرنا آسان کام نہ ہوتا۔ بہرحال حکومت کا یہ فیصلہ ٹھیک ہو یا نہ ہو اس کے خلاف احتجاج ہرگز ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ ہم نے ابتدا ہی میں مسلمانوں کو مشورہ دیا تھا کہ وہ حکومت کے اس عمل کو گوارا کریں جو مداخلت فی الدین کی تعریف میں نہ آتا ہو اور مذہبی تعلیم کے انتظامات خود اپنے ذمہ لیں۔

محکمہ نو آبادکاری

راجہ نگندر بہادر معتمد محکمہ نو آبادکاری اپنا اور سررشتہ کا اس شدت کے ساتھ پروپگنڈہ کر رہے ہیں کہ جو لوگ ابتدا میں اس کو ناقابل اعتنا سمجھتے تھے اب اس کو موجب مضحکہ سمجھنے لگے ہیں۔ نگندر بہادر جس ضلع کا دورہ فرماتے ہیں وہاں سے وہی رپورٹ لاتے ہیں کہ عام حالات عود کر آئے ہیں مسلمان اپنے اپنے مواضعات میں بسائے جا چکے ہیں ان کی زمینات انھیں واپس کر دی گئی ہیں اور ان کا لوٹا ہوا مال انھیں واپس دلا دیا گیا ہے۔ مسلمان بیواؤں کو صنعت و حرفت کی تعلیم دلا کر عقد ثانی کے لئے انھیں روپیہ دیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہمیں ایک سے زائد مرتبہ انہی اضلاع کے باشندوں سے عین اس وقت ملاقات کا موقع ملا جبکہ نگندر بہادر کے کارناموں کی مقامی اخبارات نمایاں سرخیوں کے تحت تشہیر کر رہے تھے۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ مطبوعہ رپورٹیں محض پروپگنڈہ ہیں۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ راجہ نگندر بہادر خود اس قسم کی غلطیوں کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں لیکن ان کا جو بھی دست اس قسم کی حرکتیں کر رہا ہے وہ سخت نادان ہے۔ یہ بالکل ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ محکمہ نو آبادکاری نے گزشتہ نو ماہ کے عرصہ میں مسلمانوں کے لئے کچھ نہیں کیا اور جو کچھ کیا وہ بالکل نہ کرنے کے برابر تھا کیونکہ غیر سماجی عناصر نے اس محکمہ کے کئے کاموں کو الٹ دیا ہے۔ ہمیں محکمہ سے کوئی شکایت نہیں بشرطیکہ وہ اپنے پروپگنڈے کو ذرا دھیما کر دے۔ راجہ نگندر بہادر

حیدرآباد کے اچھے عہدہ داروں میں سے ہیں لیکن شوق تشہیر کوئی اچھی چیز نہیں۔

پولیس میں ہندوؤں کی بھرتی

اس عنوان کے تحت "دکن کرانیکل" نے اپنے ۱۰ رجون کے اداریہ میں تحریر کیا ہے کہ ہندو اصحاب کافی تعداد میں اپنے آپ کو پولیس میں بھرتی کے لئے نہیں پیش کر رہے ہیں۔ مطلوبہ تعداد کے صرف ½ حصے نے درخواست دی ہے۔ اس واقعے کے مضمرات پر سیاسی لیڈروں کو غور کرنا چاہئے۔ اگر ہندو لیڈر مستقبل قریب میں نظم و نسق چلانا چاہتے ہوں تو انھیں اس جانب خاص طور پر توجہ کرنی چاہئے۔ "دکن کرانیکل" نے یہ بھی لکھا ہے کہ رکروٹنگ افسر میں ایسے لوگ ہیں جو مخالف ہندو جذبات رکھتے ہیں۔ یہ افسر ہندوؤں کو بھرتی کرنے کا کافی جوش نہیں رکھتے اعتماد نہیں پیدا کر سکتے۔ "دکن کرانیکل" نے یہ نہیں بتایا کہ یہ افسر کون ہیں اور ہم بھی ان سے ناواقف ہیں۔ لیکن "دکن کرانیکل" کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مسلمان ہیں۔ اگر دکن کرانیکل کا اشارہ صحیح ہے تو حیرت ہے کہ کوتوال صاحب بلدہ نے ایسے غلط اشخاص کو ایسی اہم مہم پر کیوں مامور کیا۔ کوتوال صاحب کی خدمت میں ہم یہ عرض کریں گے کہ ایسے کام کے لئے وہ ہندو افسروں کا انتخاب فرمائیں تاکہ بھرتی کی مہم کامیابی کے ساتھ انجام کو پہنچے۔ ہم دکن کرانیکل کی اس تجویز کی بھی تائید کرتے ہیں کہ کانگریسی قائدین، سوشلسٹ قائدین، مہاسبھائی قائدین، آریہ سماجی قائدین اور غیر جماعتی قائدین شہری اور دیہی رقبوں میں اس امر کا پرچار کریں کہ جب تک فوج اور پولیس میں ہندو باشندے اپنا صحیح اکثریتی تناسب حاصل نہ کرلیں اس وقت تک حیدرآباد کی آزادی کا تصور ممکن نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح مالگزاری، عدالت اور فینانس میں اکثریتی تناسب ضروری ہے۔ اگر باقی سررشتہ جات میں مسلمان ۱۲½ فی صد سے زائد رہ بھی جائیں تو آزادی کے تصور کو کوئی خاص خطرہ نظر نہیں آتا۔

ہندوستان کی معاشی ابتری

ہند مزدور سبھا کے معتمد عمومی مسٹر اشوک مہتا نے ایک بیان کے ذریعہ وزیراعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو کو مخاطب کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ کسی اولین فرصت میں ملک کے اچھے معاشیین کو یکجا کرکے ملک کی گرتی ہوئی معاشی زندگی کو اگر فوری سہارا نہیں دیا گیا تو سارے ملک میں اس گوشے سے اس گوشے تک ایک عام تباہی اور بربادی پھیل جائے گی۔

اپنے بیان میں مسٹر مہتا کہتے ہیں کہ بگڑے ہوئے معاشی مسائل کو حل کرتے ہوئے پرانے نظریات اور فرسودہ اعتقادات کو نہیں بلکہ عصری ضروریات اور عوامی رجحانات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوگا نوع انسان کی جائز ضرورت کو حقوق جائداد پر مقدم جانے تو اس مسئلہ کا ایک آسان اور موثر حل نکل سکتا ہے۔ ملک کے محنت کش عوام ایسے نظریات کا پرجوش ساتھ دینے تیار ہیں۔ بشرطیکہ اس بنیادی اصول کو تسلیم کر لیا جائے کہ معاشی خوشحالی کے حصول کے لئے محنت کش عوام کی جائز ضروریات کا لحاظ پہلے ہوگا بحیثیت انسان ان کے احتیاجات کی تکمیل ہوگی۔ ان کے رہنے سہنے کا اچھا اور گذر بسر کا معقول بندوبست ہوگا۔

قوت خرید کو بڑھانے کی تدابیر اور معاشی تحفظات کے غیر مبہم وعدے بھی اس مسئلہ کو حل کرسکتے ہیں۔ (باقی بر صفحہ ۷)

حیدرآباد کا نیا جنم

مسٹر بندو دیو راؤ ناظم محکمۂ اطلاعات نے حکومت حیدرآباد کی طرف سے ایک کتاب تالیف کی ہے جو گزشتہ چھ ماہ یعنی ۱۸ ستمبر سنہ ۱۹۴۸ء سے ۱۸ مارچ سنہ ۱۹۴۹ء تک کے انقلابی دور پر حاوی ہے۔ یہ کتاب "حیدرآباد ری بارن" کے نام سے موسوم ہے۔ یہ درحقیقت حیدرآباد کی قدیم اور جدید تاریخ کی ایک کڑی ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد صاحب بصیرت اصحاب کے سامنے آنے والے حیدرآباد کا ایک مرقع کھنچ جاتا ہے۔ کتاب کا سرورق بہت ہی جاذب نظر ہے اور درحقیقت یہ متن کا آئینہ دار ہے۔ سرورق کے دو حصے کئے گئے ہیں۔ پہلا حصہ امن سوزی اور تاریکی کو ظاہر کرتا ہے اور دوسرے حصہ میں آزادی کی شمع جل رہی ہے۔ اس کتاب میں ملک کے انقلابی دور کو بیس عنوانوں سے ظاہر کیا گیا ہے اور جو ۱۲۶ صفحوں پر ختم ہوتا ہے۔

کتاب کے پڑھنے سے لکھنے والے کی علمی قابلیت اور دوراندیشی کا پتہ چلتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ واقعات کا اظہار بہت ہی محتاط طریقہ پر کیا گیا ہے۔ اس میں حکومت کے عزائم کو ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ ملک کی تعلیم میں اس کا رجحان کیا ہے۔ زراعت پیشہ طبقہ کی وہ کس طرح حمایت کرنا چاہتی ہے۔ صنعتی اور تجارتی ترقی میں اس نے کیا اقدام کیا ہے۔ دیہی تنظیم، دیہی باشندوں کی فلاح و بہبود کے لئے کیا ذرائع اختیار کئے جا رہے ہیں۔ کمیونزم کے پرچار کے نام سے جو جماعت امن سوزی، غنڈہ گردی اور غارت گری میں مصروف ہے اس کی سرکوبی میں حکومت کس طرح منہمک ہے۔ ان امور پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے کہ بالآخر ملک میں اہل ملک کی صحیح ترجمانی کرنے والی حکومت کس طرح قائم ہوسکتی ہے اور اس خصوص میں کونسے امور تکمیل طلب ہیں اور فضا کو کس طرح ہموار بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس کتاب کی تکمیل کے لئے مسٹر بندو راؤ جیسے صحیفہ نگار کے قلم کی ضرورت تھی۔ موصوف قابل مبارکباد ہیں۔ کتاب کے آخر میں ایک اشاریہ بھی ہے جو بہت مفید ہے۔ (سید عابد حسین)

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید :-

سوامی رامانند تیرتھ نے کانگریسی کارکنوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آج وہ ایسے موقف میں اپنے آپ کو پاتے ہیں جبکہ اسٹیٹ کانگریس نہ تو برسر اقتدار ہے اور نہ مخالف جماعت۔ انھوں نے کانگریسی کارکنوں کو مشورہ دیا کہ وہ فوجی حکومت پر تنقید کرتے وقت ضبط سے کام لیں۔ اور محض پروپگنڈے کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے موثر نمائندگی کا طریقہ اختیار کریں۔

معاصر "سلطنت" تحریر کرتا ہے کہ :-

حکومت کو یہ نقطۂ نظر اختیار کرنا چاہیئے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے کہ کہیں ناانصافی تو نہیں ہوئی۔ کہیں ایسے لوگ تو علحدہ نہیں کر دیئے گئے جو بے گناہ تھے۔

اور عوام معاصر "سلطنت" کی رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں مگر معاصر موصوف کا اصول ہے :-

ذرا نگاہِ گور نر کو بھانپ لیں تو کہیں

ایک مراسلہ نگار نے دریافت کیا ہے کہ :-

یونس سلیم نے اپنے ایک طویل مضمون میں اسٹیٹ کانگریس کے لیڈروں اور حکومت پر سخت تنقید کی ہے۔ اس قلا بازی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

معلوم ہوتا ہے کہ منظور جنگ کی طرح یونس سلیم بھی سیاسی یتیم ہو گئے ہیں۔ کیوں نہ ایک یتیم خانہ انیس القائدین قائم کیا جائے؟

سوامی رامانند تیرتھ نے گلبرگہ کے مسلمانوں کے ایک سپاس نامہ کے جواب میں کہا کہ ان کا مشن دو ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنا ہے۔ پولیس کارروائی کے بعد مسلمانوں نے جو مصائب جھیلے ہیں ان سے میں بخوبی واقف ہوں۔ (ایک خبر)

مرنے کے بعد آئے وہ میرے مزار پر
پتھر پڑے صنم ترے ایسے پیار پر

ایک اخباری اطلاع ہے کہ :-

عثمانی بنک پر حملہ کر کے (۲۵) لاکھ کی جو رقم لوٹی گئی تھی اس کی تحقیقات شروع ہو چکی ہے۔

بعض ماہرین قانون کی رائے ہے کہ اس واقعہ کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن تشکیل دیا جائے جو حسب ذیل اصحاب پر مشتمل ہو۔ ڈگمبر راؤ بندو، واگھمارے، واشمپائن، ماڈپاٹی راجندر راؤ وغیرہ۔

معاصر "اقدام" مشورہ دیتا ہے کہ :-

ہم بطور خاص پنڈت نرسنگ راؤ، مسٹر باقر علی مرزا، سوامی رامانند تیرتھ اور پنڈت بی رام کشن راؤ سے متوقع ہیں کہ وہ اپنی تمام توجہات کو اسٹیٹ کانگریس کی فوری اصلاح کی جانب مرکوز کر دیں۔

معاصر "اقدام" اگر مسٹر باقر علی مرزا کی تشہیر ترک کر دے تو بہتر ہے۔ اسٹیٹ کانگریس میں موصوف کی حیثیت صرف یہ ہے :-

بیکار مباش کچھ کیا کر

معاصر "اقدام" کا نامہ نگار اطلاع دیتا ہے کہ :-

نظام آباد کے کاشتکاروں کا ایک وفد سوامی رامانند تیرتھ، مسٹر باقر علی مرزا اور مسٹر بی رام کشن راؤ سے ملنے والا ہے۔

مسٹر باقر علی مرزا اس وفد کو سوامی رامانند تیرتھ تک پہنچانے کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں؟ معاصر "اقدام" مسٹر باقر علی مرزا پر خواہ مخواہ ذمہ داریاں عائد کر رہا ہے ـــــ نادان دوست!!

ماڈرن نیوز کی اطلاع ہے کہ :-

راجہ پرتاب گیر کی کوٹھی میں آل حیدرآباد ٹریڈ یونین کانگریس کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں مسٹر ہیڈا کے خلاف عدم اعتماد کی ایک قرارداد منظور کی گئی۔

مگر مسٹر ہیڈا کو مزدوروں پر کب اعتماد تھا وہ تو صرف اپنی ذہانت پر اعتماد کرتے ہیں۔

ہم ہرگز اس کے روادار نہیں کہ محض مسلمان ہونے کی بنا پر کسی کو خدمت سے علحدہ کر دیا جائے بلکہ ہمارا یہ بھی خیال ہے کہ سوائے ان سررشتوں کے جن کا تعلق امن و امان کے قیام سے ہے باقی سررشتوں کے عمال یا عہدہ داروں کو ہٹانے کی اس وقت ضرورت نہیں۔ (رعیت)

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

معتمد عمومی کل ہند ہندو مہاسبھا نے ایک صحافتی کانفرنس میں کہا کہ مہاسبھا ایک سیاسی پارٹی کی حیثیت سے آئندہ انتخابات میں حصہ لے گی اور فرقہ وارانہ سرگرمیوں کو کچل دینے میں حکومت کا ساتھ دے گی۔ (ایک خبر)

کیا مہاسبھا خودکشی کے لئے آمادہ ہے؟

معتمد صاحب کسان مزدور پارٹی اطلاع دیتے ہیں کہ جالنہ کے کانگریسی کارکن اقلیتی فرقہ کی زمینات پر قبضہ کر رہے ہیں۔ (ماڈرن نیوز)

محکمہ آبکاری کی اطلاع ہے کہ تمام حالات معمول پر آ گئے ہیں اور اقلیتی فرقہ بالکل مطمئن ہے۔

افغانستان میں امریکی منصوبے

ہوائی اڈے بنانے کی تجویز

افغانستان امریکی ساحل سے دس ہزار کلومیٹر سے بھی دور ہے۔ لیکن امریکہ کے سامراجی ملک گیر یہاں بھی اپنے ہتھکنڈوں سے باز نہیں آتے۔ ایشیا کی اس سرزمین پر امریکی اجارہ داروں کے فوجی اور سیاسی جاسوس گھسے چلے آ رہے ہیں۔ اور روز بروز ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

پچھلے سال دسمبر کے مہینے میں ایک امریکی رسالہ "یونائیٹڈ اسٹیٹس نیوز اینڈ ورلڈ رپورٹ" میں اس موضوع پر ایک مضمون شائع ہوا تھا اس میں کہا گیا تھا۔

> روس کے دروازے پر اس اجاڑ اور ناہموار ملک میں امریکی دلچسپیاں کچھ عجیب معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن امریکی سرگرمیاں تقریباً ہر روز تیز تر ہوتی جا رہی ہیں۔ افغان حکومت ان سرگرمیوں کو کھلے بندوں شہ دے رہی ہے۔ امریکہ کے سفارتی نمائندے جہاں پہلی بار آج سے چھ سال قبل آئے تھے۔ آج سفیر ای ای پالیبر کی قیادت میں وہ کابل کے سفارتی افسروں سے زیادہ سرگرم اور مصروف نظر آتے ہیں۔

یہ کہ کابل میں امریکی سفارتی افسروں کی سرگرمیاں غیر متوقع ہی نہیں بلکہ مشکوک بھی معلوم ہوں۔ افغان حکمرانوں نے بہتر سمجھا کہ ایک تشریحی بیان جاری کر دیا جائے۔ کابل کے اخبار "انیس" کی ۳ فروری سنہ ۱۹۵۲ء کی اشاعت میں ایک افتتاحیہ شائع ہوا تھا۔ اس میں یہ کوشش کی گئی تھی کہ افغانستان میں امریکی پالیسی کے سامراجی ارادوں پر پردہ ڈالا جائے اور اس امر اس حقیقت کو چھپایا جائے کہ مقامی حکمران اس پالیسی کو شہ دے رہے ہیں۔

اس اخبار نے کہا تھا کہ افغانستان کے معاملات پر نہ تو امریکہ اثر انداز ہو رہا ہے اور نہ کوئی اور ملک جہاں تک جاری تجارت اور تعمیرات میں امریکی ماہرین کی خدمات حاصل کرنے کا تعلق ہے۔ اس میں کوئی خاص بات نہیں۔

یہ تو ہے کابل کے اخبار کا بیان کیونکہ یہ الفاظ اتفاق ہی سے ہے کہ یہ درست ہے کہ امریکی ماہ

جو دنیا کے ہر شے کو فوجی عینک لگا کر دیکھتے ہیں۔ افغانستان میں محض پر امن تجارت کی غرض سے آتے ہیں۔ افغانستان میں امریکی مال کی درآمد ہر سال بڑھتی جا رہی ہے یہ مال عام طور پر گھٹیا قسم کا ہوتا ہے۔ گھٹیا ریشمی اور اونی کپڑے سستے موزے، روغن اور عطریات اور استعمال شدہ کپڑے افغانستان کی منڈیوں میں اس مال کی وجہ سے مقامی دستکاروں کی روزی پر بہت برا اثر پڑا ہے۔ ان کا تمام بیوپار روز بروز کم ہو رہا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ امریکہ اس کوشش میں ہے کہ کابل میں اپنے تجارتی نمائندوں کے ذریعہ افغانستان کے کچے مال اور خاص طور پر افغانستان کی خاص اشیاء برآمد یعنی اون۔ قراقلی کی خریداری میں اپنی اجارہ داری قائم کرے۔

ان اشیاء کی درآمد کا ۵۰ فی صد حصہ آج کل امریکی کمپنیوں کے ہاتھ میں ہے اور اسی وجہ سے ملک کی معاشی زندگی بیرونی سرمایہ کے رحم و کرم پر ہے۔ اپنی خصوصی حیثیت سے فائدہ اٹھا کر امریکی تاجروں نے افغانی قراقلی سمور پر زبردست منافع بازی شروع کر دی ہے بارہا ایسا ہوا کہ انھوں نے ایک کھال کی اوسط قیمت (۱۵۰) افغانی (افغانستان کا سکہ) سے گرا کر (۱۲۰) افغانی کر دی یا جان بوجھ کر انھیں خریدنا چھوڑ دیا جس کے نتیجے کے طور پر تجارتی کمپنیوں کو سخت نقصانات اٹھانے پڑے اور بعد میں انھیں امریکی کمپنیوں کے اشاروں پر ناچنا پڑا۔

محض بیرونی تجارت پر ہی امریکہ کا اقتدار قائم نہیں ہو رہا ہے بلکہ افغانستان کی اقتصادی زندگی کی دیگر شاخوں کی بھی یہی حالت ہے۔ وزیر معاشیات عبدالمجید خان نے جو نام نہاد معاشی منصوبہ بندی کی ڈھکیم تیار کی ہے اس میں بھی امریکی ماہرین کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ امریکی سرمایہ اور امریکی ماہرین کی خدمات حاصل کی جائیں گی۔ اور اس اسکیم کے تحت جنگی اعتبار سے اہم سڑکیں تعمیر ہوں گی۔ اور ٹیلیفون اور تار کے سلسلے قائم کئے جائیں گے۔

افغانی سیاست داں اب روز بروز واشنگٹن جانے لگے ہیں۔ سنہ ۱۹۵۱ء میں وزیراعظم سردار شاہ محمود خان نے بھی امریکہ کی سیر کی۔ اس کے ساتھ امریکی ماہرین اور ہر قسم کے تاجروں کا افغانستان میں تانتا بندھا ہوا ہے۔

امریکی تجار خاص طور پر افغانستان کے تیل پر للچائی ہوئی نظریں ڈال رہے ہیں۔ سنہ ۱۹۳۶ء میں ہی "ان لینڈ ایکسپلوریشن آئیل کمپنی" نے افغانستان سے سمجھوتہ کر لیا تھا کہ سوویت سرحد کے نزدیک ہرات کے علاقہ میں تیل نکالنا شروع کر دیا جائے گا۔ سنہ ۱۹۳۸ء میں یہ معاہدہ توڑ دیا گیا۔ لیکن امریکہ نے اس پر سے نظریں نہیں ہٹائیں۔ کیونکہ ان کا محل وقوع جنگی اعتبار سے بہت اہم ہے۔ سنہ ۱۹۴۳ء میں ماہر ارضیات ارنسٹ فاکس جس نے پہلے افغانستان میں تیل تلاش کرنے کا کام کیا تھا۔ امریکی فوجی ایلچی کی حیثیت سے کابل پہنچ گیا۔ تھوڑے دنوں بعد امریکہ نے شمالی افغانستان میں مراعات حاصل کرنے کے لئے گفت و شنید شروع کر دی۔ اس وقت تنگ قندوز خان آباد اور دیگر علاقوں میں تیل اور کوئلہ کی تلاش شروع کر دی گئی تھی۔

صاف ظاہر ہے کہ امریکہ کو سب سے زیادہ غرض افغانستان میں ہوائی اڈے تعمیر کرنے سے ہے۔ فروری سنہ ۱۹۴۳ء میں امریکن ٹرانس کانٹی نینٹل اینڈ ویسٹرن ایئر کمپنی نے افغان حکومت سے سمجھوتہ کیا کہ افغانستان امریکی ایئر کمپنی بنائی جائے۔ امریکی کمپنی کو حق دے دیا گیا کہ وہ افغان علاقہ میں ہوائی اڈے تعمیر کرے۔ ان کا تمام ساز و سامان اور ہوائی جہاز مہیا کرے۔ یہ کمپنی افغان امریکن ایئر کمپنی کا پروگرام تیار کرتی ہے اور ہوائی اڈوں کے لئے انجینیر مہیا کرتی ہے۔

اپنے فوجی اور سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لئے امریکی اجارہ داروں نے سارونی کے بجلی گھر کی تعمیر پر اور دریائے ہلمند سے نکلنے والی آبپاشی کی ایک نہر پر اپنا قبضہ جما لیا ہے۔

دریائے ہلمند ایران کی سرحد کے ساتھ ساتھ بہتا ہے۔ ایرانی سیستان میں دریا کے منبع کے قریب کے علاقوں میں آبپاشی کے لئے نہریں نکالی گئی ہیں۔ ہلمند سے نہریں نکالنے کا جو پروگرام امریکی انجینیر نے مرتب کیا ہے۔ اس کی وجہ سے ایرانی سیستان میں آبپاشی کے ذریعے جو کھیتی باڑی کی جاتی ہے اسے بڑا نقصان پہنچے گا اس کے ساتھ ساتھ نہر کا نقشہ بنانے والوں نے ایسی ترکیب نکالی ہے کہ ان افغان علاقوں کا پانی روک دیا جا سکے جن پر اسے سیراب کرنے کی ذمہ داری ہے۔

افغانستان میں ہوائی جہاز کی کمپنی قائم کرنے کے لئے جب "امریکن ٹرانس کانٹی نینٹل اینڈ ویسٹرن ایئر" سے سمجھوتہ پر دستخط ہوئے تو اس موقع پر بھی دونوں سامراجیوں کی رقابت ظاہر ہو گئی تھی۔ ... زمانے ... طریقے استعمال کر کے ... دیا ... اگر ...

روس کی خارجی پالیسی

از

ڈبلیو۔ این۔ ایور

پیرس میں وزرائے خارجہ کی کونسل صرف جرمنی کے مسئلہ پر غور کر رہی ہے۔ لیکن ہر ایک آدمی کو اس بات کا پورا احساس ہے کہ اس مسئلہ کے پیچھے ایک عالمی مسئلہ پوشیدہ ہے۔

سوال یہ ہے کہ آیا سوویٹ روس سرد جنگ کو نہ صرف جرمنی میں بلکہ ہر جگہ ختم کرنا چاہتا ہے یا کچھ دیر کے لئے ملتوی کرنا چاہتا ہے کہ نہیں؟ کیا وہ دونوں کیمپوں کے درمیان امن کا متمنی ہے؟ کیا وہ اپنے جارحانہ اقدامات کے درمیان وقفہ تو نہیں چاہتا؟

یہ سب بہت مشکل سوالات ہیں۔ کیونکہ بدقسمتی سے تجربہ نے یہ سکھایا ہے کہ روس کی ظاہرہ باتوں پر پوری طرح یقین کرنا ناممکن ہے۔ روسیوں نے اور … کے ہتھیاروں کو اتنی بار استعمال کیا ہے کہ اب ان کے ہر ایک بیان اور اقدام کا بغور مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ روس نے اپنا اعتبار خود کھو دیا ہے عالمی سیاست کا آج سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ روسیوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے خواہ مخواہ شک ہو سکتا ہے اس لئے یہ لازمی ہو جاتا ہے کہ ظاہرہ باتوں کو نظر انداز کر کے اصلی واقعات پر غور کیا جائے۔

ایک اصلیت تو یہ ہے کہ روس ایک سال پہلے کے مقابلہ میں محتاط ہو گیا ہے۔ برلن کی معاشی ناکہ بندی کرنے میں روس نے جلد بازی سے کام لیا تھا لیکن بعد میں اس نے بڑی ہوشیاری اور احتیاط سے فیصلہ کیا کہ ضروری سامان پہنچانے والے ہوائی جہازوں کو نہ روکا جائے۔ اس نے مغربی طاقتوں کے ساتھ ٹکر لینے کے خطرات کو محسوس کیا اور ایسا کرنے سے احتراز کیا۔ آخر میں معاشی ناکہ بندی اٹھا دی گئی۔ اور ایک سال پہلے کے جنگ جویانہ رویہ کی جگہ بات چیت کی خواہش نے لے لی۔

روس کی یہ احتیاط صرف جرمنی تک ہی محدود نہیں یہ احتیاط اور ہوشیاری تو ہر جگہ برتی جا رہی ہے یونان اور چین میں خانہ جنگی جاری رہی ہے۔ لیکن روس نے اس بات کی بہت احتیاط برتی ہے کہ وہ ان دونوں ملکوں کے معاملات میں زیادہ کھلم کھلا اپنے آپ کو نہ الجھائے۔ یونانی اور چینی حکومتوں کے ساتھ روس کے سفارتی تعلقات ابھی تک ٹھیک ہیں۔ ان باتوں کو دیکھتے ہوئے ہمیں اسپین کی خانہ جنگی یاد آ جاتی ہے سوویٹ حکومت نے اسپین کی خانہ جنگی میں بہت احتیاط برتی تھی۔ تاکہ ہٹلر یا مسولینی کے ساتھ کھلم کھلا ٹکر نہ ہو جائے۔

اسکنڈے نیوی ممالک کے ساتھ روس نے جو اعصابی جنگ شروع کر رکھی تھی اب وہ ختم ہو گئی ہے فن لینڈ میں جمہوری نظام کو ختم کرنے کے لئے روس نے ایسے ہتھیار استعمال کرنے کی کوشش نہیں کی جو اس نے ہنگری اور چیکوسلواکیہ میں استعمال کئے تھے۔ نہ صرف ترکی بلکہ ایران پر روسی دباؤ تقریباً ختم ہو گیا ہے۔ سو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک دو سال پہلے کے مقابلہ میں روسی پالیسی آج غیر جارحانہ ہے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا روس نے سچ مچ اپنی پالیسی تبدیل کر لی ہے یا یہ بھی ایک روسی چال ہے؟ صریحی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تبدیلی بھی روس کی ایک شاطرانہ چال ہے۔ روس کا جارحانہ اقدام سے باز رہنا اور امن کی خواہش کا اونچی آواز میں اظہار کرنا مغربی اقوام کو سلامتی کے متعلق جھوٹی تسلی کا فریب دے سکتا ہے۔ یا مخالفت ابھار سکتا ہے تاکہ ان کی دفاعی تیاریوں کو نقصان پہنچے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ مغربی جمہوریتوں کی نئی وحدت پر ایک نفسیاتی حملہ ہو یہ بھی ممکن ہے کہ جارحانہ حملہ شروع کرنے سے پیشتر صرف تھوڑا سا وقفہ ہو۔ روس سمجھتا ہو کہ شاید جمہوری ممالک میں کوئی معاشی یا سیاسی بحران پیدا ہو جائے اور اس کو حملہ کرنے کے لئے مناسب حالات مل جائیں۔

اس کے برعکس یہ بھی ممکن ہے کہ سٹالن اور اس کے شرکائے کار نے تمام صورت حال کو دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا ہو کہ روس کی اس وقت اتنی طاقت نہیں کہ وہ مغربی طاقتوں سے ٹکر لے اور (۲۵) سال پہلے کی طرح اس کو مغربی دنیا کے معاشی اشتراک عمل کی ضرورت ہے وہ روس کا پروپیگنڈا کرنے والوں کے مقابلہ میں سوویٹ یونین کی معاشی حالت اچھی طرح جانتے ہیں۔ ان کو اپنی نئی یورپی ایمپائر کی اقتصادی اور سیاسی کمزوریوں کا پورا علم ہے۔

بالکل ممکن ہے کہ انھوں نے اس بات کا فیصلہ کیا ہو کہ بحران سے بچنے کے لئے دو کیمپوں کھلم کھلا ٹکر کو غیر معین عرصہ کے لئے ملتوی کر دیا جائے۔

یہ شاید ٹھیک ہو۔ لیکن مغربی اقوام اس کو تسلیم کر کے خطرہ مول نہیں لے سکتیں۔ وہ سوویٹ روس کے بیانات اور باتوں پر یقین کر کے مصیبت کو دعوت نہیں دے سکتی ہیں۔

پیرس کے اجلاس کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ اس سے سوویٹ روس کے مقاصد کا امتحان ہو جائے گا۔ لیکن دریں اثنا مغربی طاقتوں کو خبردار رہنا چاہئے۔

کیا اب بھی آنکھیں نہ کھلیں گی

مسلمان تباہی و بربادی اور ذلت و خواری کے جس درجہ تک پہنچ چکے ہیں اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ حالات ہر شخص کے سامنے ہیں اور لوگ اپنی آنکھوں سے اپنی زبوں حالی کا دل خراش منظر دیکھ رہے ہیں۔

حالات و واقعات کی یہ رفتار ان کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی تھی۔ انھیں چاہئے تھا کہ پچھلی غلطیوں اور کوتاہیوں سے توبہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کا از سر نو عہد کرتے آپس کے اختلافات دور کر کے اخوت و محبت کے ٹوٹے ہوئے رشتے استوار کرتے اور متحد و متفق ہو کر زندگی کے میدان میں قدم رکھتے قوم کی گرتی ہوئی حالت کو سنبھالنے کی جدوجہد کرتے۔

۴۷ء کی آخری اور ۴۸ء کے ابتدائی حصہ میں جب مشکلات و مصائب کا ہجوم تھا اور ہر وقت خطرہ سر پر منڈلاتا نظر آتا تھا۔ تو رجوع الی اللہ کی کیفیت عام طور سے پیدا ہو گئی تھی۔ مسجدیں نمازیوں سے بھری رہتی تھیں۔ صبح کی نمازوں میں اتنی تعداد شریک ہوتی تھیں کہ جمعہ اور عید کا دھوکہ ہوتا تھا طبیعتوں میں گناہوں سے بچنے کا میلان تھا۔ برسوں کے اختلافات نظر انداز کئے جاتے تھے۔ اور محبت و ہمدردی کے جذبات ہر جگہ نمایاں تھے۔

ان حالات کو دیکھ کر بڑی خوشی ہوتی تھی اور خیال ہوتا تھا کہ اگر کچھ عرصہ تک بھی یہی حال رہا تو بھی غنیمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے اس جذبہ اور آپس کے تعلقات استوار کرنے کے اس میلان سے مصائب و مشکلات کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں امید کی کرنیں نظر آتی تھیں۔ اور توقع ہوتی تھی کہ ملت کا سفینۂ حیات حوادث و آفات کے طوفان سے بچ کر ساحل مراد تک پہنچ جائے گا۔ تبدیلی خوش آئند مستقبل کی توقع دلاتی تھی۔ لیکن

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

چند ہی مہینے میں طبیعتوں کا رنگ بدلنے لگا۔ دینی ولولہ اور جذبات میں کمی ہونے لگی۔ اصلاح تقویٰ کی

(باقی برصفحہ ۸)

ہندو راشٹریہ کا نصب العین

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

کی اس تشریح میں دوسرے مذہبی فرقوں خصوصاً مسلمانوں کے انسانی حقوق کا خاتمہ کر دے گی۔ تو پھر آ سے دو قومی نظریہ کا مجرم اس طرح نہیں گردانا جاتا جس طرح کسی مسلمان کے پیچھے لٹھیا لے کے پیچھے پڑا جاتا ہے۔ ابھی دستور ساز اسمبلی میں مسٹر محمد اسمٰعیل صاحب نے تحفظ نشست اور جداگانہ انتخاب کے قیام کی تجویز پیش کی تھی ورنہ تھا لیکن یہ تجویز اب سیاسی میدان سے باہر ہو چکی ہے اس پر سردار پٹیل کو بڑا غصہ آیا انھوں نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ:

دو قومی نظریہ پر اعتبار رکھنے والے اپنا ملک الگ بنا چکے ہیں اب اُن کی اس ملک میں کوئی جگہ نہیں۔

ٹھیک ہے ایسے لوگوں کا ٹھکانا پاکستان ہے جو اپنا تحفظ اکثریت کے مزاج کے خلاف ڈھونڈتے ہیں۔ لیکن کیا مہا سبھا کا "ہندو راشٹریہ" دو قومی نظریہ کا حامل نہیں ہے۔ اگر ہے تو اُن کے لئے اس ملک میں جگہ ہے؟۔ اور اگر ہندو راشٹریہ نصب العین واحد قومی نظریہ پر مبنی ہے تو کانگریس کی سیکولر اسٹیٹ کے منصوبہ اور ہندو راشٹریہ میں کیا فرق باقی رہ جاتا ہے اور سیکولر اسٹیٹ کی محبوبیت کے ساتھ ہندو راشٹریہ سے نفرت کیوں کی جاتی ہے؟۔

حکومت کے قائدین کو اب قدیم انداز گفتگو بدل دینا چاہئے اور بات بات میں مسلمانوں کو تفریق پسند اور منافق اور غدار ٹھہرا کر ملک کا بیرونی دروازہ نہیں دکھانا چاہئے۔ اس گفتگو کا ہندو عوام میں مسلمانوں کے خلاف بُرا اثر مرتب ہوتا ہے۔ اگر ہندو راشٹریہ کے قیام کے خواہاں اس ملک میں رہ سکتے ہیں تو ہندو اکثریت کی فرقہ وارانہ ذہنیت کے تلخ نتائج سے بچنے کے لئے تحفظات کی خواہش بھی مذموم نہیں کہ رکھنے والے کو دروازہ دکھایا جائے۔

مسٹر دیش پانڈے نے ہندو راشٹریہ کے نصب العین کی تشریح کرتے ہوئے اور آگے چلے گئے ہیں انھوں نے کہا ہے کہ:

ہندو مہا سبھا کا عقیدہ ہے کہ ہندوستان کے تقسیم شدہ حصے اس کے ساتھ ایک بار پھر ملیں گے اور اس طرح ایک عظیم الشان اکھنڈ ہندوستان کا جنم ہوگا۔

دیکھئے اب تک ہیں ملکی کانفرنسوں میں ہندوستان

اور پاکستان نے جتنے بھی سمجھوتے کئے ہیں ان پر مہا سبھا قلم پھیرنے پر تلی ہوئی ہے۔ یعنی ایسے حکومت ہند کے اس اعلان کا بھی پاس نہیں کہ دونوں ملکوں یا ان کے اجزا کو ملانے یا ایک کے دوسرے پر حملہ آور ہونے کی باتیں کرنا ممنوع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دو قومی نظریہ یا بر بنائے مذہب تفریق پروری مسلمانوں کے مقصد اصلی سے خارج ہے۔ اس کی موجد اور عامل تو مہا سبھائی اکثریت ہے جو تفریق پسندی کی بنیاد پر ہندو راشٹریہ اور اس سے بڑھ کر اکھنڈ ہندوستان کا منصوبہ باندھے ہوئے ہے۔ (ہماری آواز)

افغانستان میں امریکی منصوبے

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۵)

ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ اور کابل سے پشاور اور قندھار سے کراچی تک ہوائی جہاز چلانے کی مراعات حاصل کرلیں۔ بڑی دلچسپ بات یہ ہے کہ گفت و شنید ایک ہندوستانی وفد کی وساطت سے کی گئی تھی۔

افغانستان میں امریکی سامراجیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیاں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایرانی جریدہ "روم" نے اپنی ۲۲ ستمبر ۵۰ء کی اشاعت میں لکھا تھا:

افغانی حکمرانوں کی لاپروائی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ڈالر کے پجاریوں نے تعمیری ترقی کے بہانے اور موریسن کدسن کمپنی جیسے اداروں کی امداد سے افغانستان میں اور بھی زیادہ سرمایہ لگانا شروع کر دیا ہے اس کمپنی اور دیگر امریکی کمپنیوں نے افغانستان کو گھیر لیا ہے تاکہ اس سے سیاسی فائدہ حاصل کر سکیں حالانکہ بظاہر طور پر ان کی سرگرمیاں محض تجارتی معاملات تک محدود نظر آتی ہیں۔

صاف نظر آ رہا ہے امریکہ کے سامراجی ملک گیر افغانستان کو اپنے فوجی اڈوں کی اس زنجیر کی کڑی بنانا چاہتے ہیں جس میں انھوں نے تمام دنیا کو جکڑ رکھا ہے۔ اور جس کی امداد سے وہ تمام دنیا کو غلام بنانا چاہتے ہیں۔

ہندوستان کی معاشی ابتری

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۳)

مسٹر مہتا نے حکومت کے تصورات اور عمل پر تنقید کرتے ہوئے اس پر یہ الزام لگایا گیا کہ ان تمام بدحالیوں اور ان سے پیدا ہونے والی آئندہ کی ساری تباہیوں کی تنہا ذمہ دار حکومت ہے جس کے بغیر سوچے سمجھے پروگرام اور منصوبہ بندیوں نے آج ملک کو تباہی کے دروازے پر پہنچا دیا ہے۔ ملک کی معاشی حالت ہر لحظہ خستہ تر ہوتی جا رہی ہے۔

محنت کش عوام سے حکومت کی بے نیازی کا یہ تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے مسٹر اشوک مہتا نے کہا اگر ان نظریات، ایسے اصول اور جارحانہ غلط طرز کو نہ بدلا گیا اور بگڑتے ہوئے حالات پر جلد قابو پانے کی سعی نہ ہوئی تو انھیں اندیشہ ہے کہ ملک کی معاشی تباہ حالی اور ابتر ہوگی صنعتی ستون درہم برہم ہو جائے گا۔ اور مخالف قوتوں کو آگے بڑھنے کے زیادہ مواقع مل جائیں گے۔

کیا اب بھی آنکھیں نہ کھلیں گی

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۶)

کیفیت میں فرق آنے لگا۔ اور لوگ ہوں اور نافرمانیوں کی جانب پھر طبیعتیں مائل ہونے لگیں۔ اصلاح پسند اور نیک مزاج اشخاص نے حالات کو سنبھالنے کی بہت کوشش کی لیکن ساری کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ چند ہی مہینے میں وہی پرانی حالت عود کر آئی۔ اور خدا سے بے نیازی آخرت سے بے خوفی دین سے بے تعلقی اور آپس کی نزاع کا وہی رنگ نمودار ہونے لگا جس نے ان اندوہناک حالات کو پہنچایا تھا۔

اس افسوس ناک حالت میں ہنوز کوئی کمی نہیں ہوئی۔ بلکہ روز بروز اس افسوسناک کیفیت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اس کے دین کی پابندی کا حال تو مسجدوں کی ویرانی سے ظاہر ہے جن میں پانچ مرتبہ حی علی الصلوٰۃ (نماز کی طرف آؤ) کے اعلان کے بعد بھی لوگوں کے قدم مسجد کی طرف نہ اٹھیں تو ان کی دینداری کا حال ظاہر ہے۔ جو لوگ ایسے کھلے ہوئے فرض کی ادائیگی سے غافل ہوں۔ ان سے کیا توقع ہے کہ دین کے بلند مقاصد کا خیال کر سکیں گے۔

اشتہار محکمہ تحصیل تعلقہ گلبرگہ ضلع عثمان آباد بابتہ ۱۳۵۴ ف

مثل ۱۲/۱۴ سنہ ۱۳۵۴ف واسی سیرابو بنام بھیم راؤ مقدمہ۔ نیلام اراضی۔ بنام بھیم راؤ ولد نارائن قوم مرہٹہ عمر ۵۰ سالہ پیشہ زراعت ساکن واسی تعلقہ گلبرگہ۔ ہرگاہ مقدمہ ہذا میں بغرض سماعت وتحقیقات پیشی ۲ شہریور ۱۳۵۵ف مقرر کی گئی ہے تم کو چاہیے کہ پیشی مقررہ پر اصالتاً یا وکالتاً یا مختارتاً حاضر ہو کر پیروی وجوابدہی کرو۔ ورنہ کارروائی ضابطہ کی جائے گی۔ اور پھر کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔ درخواست مدعی ذریعہ اشتہار مطلع کیا جا رہا ہے۔ فقط

شرحہ تحصیلدار صاحب

اعلان:۔ ذریعہ ہذا عوام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ روٹی حسب ذیل نرخوں سے نان بائی کی دوکانات پر روٹی بذریعہ ٹکٹ دستیاب ہوگی:۔

۱۔ روٹی درجہ اول دو پونڈی۔ ایک روپیہ ۸ آنے۔ ۲۔ روٹی درجہ اول ایک پونڈی ۱۲ آنے

۳۔ روٹی درجہ دوم " " ایک روپیہ ۴ " ۴۔ " " دوم " " ۱۰ "

۵۔ " " " ½ " " ۵ "

(منجانب ناظم راتب بندی)

اعلان:۔ دفتر مددگار ناظم امور مذہبی سرکار عالی شاخ بلدہ۔ واقع ۱۳۵۵ف۔ نشان مثل ۱۲ صیغہ اماکن مذہبی بابتہ ۱۳۵۵ف منجانب سری کشنا جی دھرم سبھا بیگم بازار۔ درخواست اجازت تعمیر دیول ہنومان جی واقع چمن روبرو ہوٹل پیش ہوئی ہے۔ منظوری درخواست مذکورہ کے نسبت اگر کسی کو عذر ہو تو بمدت دو ہفتہ محکمہ ہذا میں باضابطہ عذرداری پیش کی جائے بعد مرور مدت مذکور اجازت تعمیر دیدیجائے گی پھر کسی کا عذر مسموع نہ ہوگا۔ فقط

حدود اربعہ مقام تعمیر

شرقی	غربی	جنوبی	شمالی
بیمن روبرو دوکان کچیا	چمن	چمن	سڑک

شرحہ دستخط

۲۲ ر جون — حسن الدین احمد صاحب
مددگار ناظم امور مذہبی شاخ بلدہ۔

اعلان

ذریعہ ہذا عوام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ کارپوریشن کے گوداموں سے امریکن میدہ کی اجرائی کی جدید قیمتیں علی الترتیب (۰۰۰۰۹) روپیہ فی پلہ ہوگی۔ فقط

(منجانب ناظم صاحب راتب بندی)

اعلان:۔ ذریعہ ہذا جملہ مالکان ومنتظمین ہوٹل، طعام خانے، چائے خانے وغیرہ ونیز عوام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اعلان معتمدی رسد نشان (۱۳۲۰) مورخہ ۱۳ امرداد ۱۳۵۵ف کی سختی سے پابندی کی جائے۔

اعلان مذکور کی رو سے کوئی ادارہ مجاز نہ ہوگا کہ کسی شخص کو ایک وقت کے طعام پر یا اس کے اغراض کے لئے تین سے زائد اقسام طعام سربراہ کرے۔ نہ کوئی شخص مجاز ہوگا کہ کسی ایک وقت کے طعام پر یا اس کے اغراض کے لئے کسی ادارہ سے تین سے زائد اقسام طعام حاصل کرے۔

خلاف ورزی کی صورت میں خاطی کے خلاف کارروائی ضابطہ کی جائے گی فقط

شرحہ دستخط
ناظم صاحب راتب بندی

اعلان:۔ مستقر ضلع گلبرگہ میں دفتر راتب بندی کے لئے چند واکرادی خواتین کی گریڈ (۵۵ تا ۱۲۵) منظور ہوئی ہیں جو تقرر طلب ہیں جس کے لئے خواتین کی درخواستیں محکمہ ہذا میں وصول ہونا چاہیے اور نیز ان جائدادوں کے تقررات کا انتخاب بتاریخ ۵ شہریور ۱۳۵۵ف جناب سیول ڈسٹرکٹ صاحب گلبرگہ کے اجلاس پر ہوگا۔ لہذا جملہ خواہشمند خواتین کو چاہیے کہ بتاریخ یکم شہریور ۱۳۵۵ف تک اپنی اپنی درخواستیں محکمہ ہذا میں روانہ کریں درخواستوں میں حسب ذیل امور کی صراحت لازمی وضروری ہے:۔ ۱۔ معیار قابلیت یعنی (میٹرک)۔ ۲۔ عمر ۱۸ سال سے کم نہ ہو اور ۳۰ سال سے زائد نہ ہو۔ ۳۔ اردو وکنڑی میں اچھی طرح واقفیت حاصل ہونا لازمی ہے فقط

(منجانب ناظم صاحب راتب بندی)

اعلان:۔ محکمہ معتمدی رسد حکومت حیدرآباد۔ ہوٹلوں کے راشن کارڈ اور راتب بندی کی دوکانوں کے لائسنس صرف انفرادی حیثیت سے مالک ہوٹل یا مالک دوکان کے نام اجرا کئے جاتے ہیں۔ یہ دستاویزات کسی حال میں بھی منتقل نہیں کئے جا سکتے۔ نہ کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت نہیں کئے جا سکتے اور نہ کوئی غیر شخص انھیں استعمال کر سکتا ہے۔ ان دستاویزات کے خریدار اور فروخت کنندہ ہر دو قواعد راتب بندی کی رو سے مستوجب سزا قرار پائیں گے۔ اگر وہ شخص جس کے نام راتب کارڈ یا لائسنس ہو انتقال کر جائے تو سمجھا جائے گا کہ وہ راتب کارڈ یا لائسنس از خود منسوخ ہو چکا ہے۔ لہذا کوئی شخص حتیٰ کہ متوفی کے ورثاء بھی متوفی کے نام کے کارڈ استعمال نہیں کر سکتے اور نہ متوفی کے نام کے لائسنس سے ...

(شرحہ ناظم صاحب راتب بندی)
